بیسویں صدی کا عظیم ناول نگار اور رجحان ساز ادیب

ابن صفی کا اردو کے عوامی کردار میں تاریخ ساز کارنامہ

از: محمد عارف اقبال

اردو کے عظیم ناول نگار، ادیب اور شاعر ابن صفی (پ: ۲۶/اپریل ۱۹۲۸ — و: ۲۶/جولائی ۱۹۸۰) نے ''اردو زبان پر بڑا احسان کیا ہے۔'' یہ اعتراف بلاشبہ بابائے اردو مولوی عبدالحق کا تھا۔ برصغیر میں سرّی ادب کی داغ بیل ابن صفی نے ڈالی۔ وہ جاسوسی ادب کے معمار تھے اور ان کی تحریروں میں مقصدیت کا عنصر بے حد نمایاں ہے۔ انہوں نے اردو زبان و ادب میں جنسی بے راہ روی اور مخرب اخلاق مواد کے سیلاب کو روکنے کے لئے ایک نادر تجربہ کیا اور جاسوسی ادب کی بنیاد رکھی— وہ اس حقیقت سے آشنا تھے کہ اردو کی مٹھاس میں زہر گھولنے والوں میں غیروں کے ساتھ اپنے بھی شامل ہیں۔ انہی کی وجہ سے اردو، عوام کے گھروں سے رخصت ہونے لگی۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جن گھروں میں اردو کے لٹریچر ذوق وشوق سے پڑھے جاتے تھے وہاں جنسی آوارگی میں مبتلا کرنے والی کتابیں اور رسائل و جرائد کی ترسیل ہونے لگی— اردو نوجوان طبقے کے مخصوص حلقے میں تو چٹخارے کے ساتھ پڑھی جاتی تھی لیکن عوام کا تعلیم یافتہ اور سنجیدہ طبقہ اردو لٹریچر کے اس انحطاط سے مایوسی کا شکار ہونے لگا۔ ابن صفی اس صورت حال سے بے حد رنجیدہ تھے اور کرب و اضطراب میں رہنے لگے۔ وہ چاہتے تھے کہ اردو عوام کے دلوں کی دھڑکن بھی ہو اور معاشرتی اعتبار سے اردو لٹریچر نہ صرف باوقار مقام کا حامل قرار پائے بلکہ سماج کی تعمیر کا فریضہ بھی ادا کرتا رہے۔ وہ اپنے طبعی رجحان کے سبب الہ آباد کے جس ادارہ سے وابستہ ہوئے وہاں بھی حسن و عشق ہی کا چرچا تھا۔ گویا اردو زبان کی ترقی و ترویج کے لئے حسن و عشق پر مبنی داستانوں کو ہی زینہ تصور کیا گیا— ان کے نزدیک اس زینے پر چڑھے بغیر اردو عوام کی زبان بن ہی نہیں سکتی تھی— اردو دانشوروں اور اہل نظر کی یہی وہ بنیادی غلطی تھی جس کے سبب اردو رفتہ رفتہ معاشرے سے ناپید ہوتی رہی حتیٰ کہ اسے تعلیمی اداروں سے بھی بے دخل کرنے کی کوششیں ہونے لگیں۔

ابن صفی فطری طور پر صالح اور شفاف ذہن کے انسان تھے۔ اردو کے انحطاط کے ساتھ ہی سماجی اقدار کی پامالی بھی انہیں گوارا نہ تھی۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کے لاشعور میں ایک صالح معاشرے کے قیام کا خاکہ پہلے سے موجود تھا۔ وہ ایک استاد بھی تھے لیکن ادب کی راہ سے سماج کی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ ان کی نظروں سے معاشرے کی بے چینی اور اس پر ہونے والے تباہ کن اثرات پوشیدہ نہ تھے۔ ان کے دوستوں میں اگرچہ اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات شامل تھے لیکن ہر کوئی اپنے اپنے انداز سے سوچنے اور کچھ کرنے کا خواہاں تھا۔ ابن صفی نے جاسوسی ادب کی اشاعت کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک بار لکھا تھا:

> ''غالباً ۱۹۵۲ کی بات ہے۔ اچھے خاصے پڑھے لکھے آدمیوں کی ایک نشست میں کتابوں اور مصنفوں کی مقبولیت کے بارے میں بحث چھڑ گئی۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ جنسی لٹریچر کے علاوہ اور کسی کی مارکیٹ نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ بس اسی دن مجھے یہ دُھن ہوگئی کہ کسی طرح جنسی لٹریچر کا سیلاب رکنا چاہئے۔''

مذکورہ اقتباس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے افراد کا رجحان تخلیقی ادب کے سلسلے میں کیا تھا۔ اس کے برعکس ابن صفی اس رجحان کے شروع سے مخالف رہے لہٰذا جن صاحب نے جنسی لٹریچر کی حمایت کی تھی، ان کے خلاف انقلابی فیصلہ کرنے میں ابن صفی کو شاید چند سیکنڈ بھی نہیں لگے۔ اس انقلابی فیصلہ کے دو ماہ کے بعد ہی ان کا پہلا ناول ''دلیر مجرم'' مارچ ۱۹۵۲ میں شائع ہوا اور پھر انہوں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ اردو دنیا میں ابن صفی کے ناولوں کا اتنی شدت سے انتظار ہونے لگا کہ بعض اوقات اس کے حصول کے لئے لوگوں کو قطار میں لگنا پڑتا— صرف ہندوستان میں ان کے ناولوں کی اشاعت کا ایڈیشن ایک لاکھ کو متجاوز کر گیا۔ ابن صفی نے اپنے انداز میں اس بات کو یوں بیان کیا ہے:

> ''...جاسوسی دنیا کے اجرا کے چھ ماہ بعد ہی ہندو پاکستان میں جاسوسی لٹریچر کا سیلاب آگیا اور آج میں اُن صاحب سے پوچھتا ہوں کہ جنسی لٹریچر کا سیلاب کہاں ہے؟ مگر ان کی آواز میرے کانوں تک نہیں پہنچتی۔'' (پیش رس، لاشوں کا بازار)

ابن صفی کا یہ تعمیری و اصلاحی فیصلہ کہ وہ جنسی لٹریچر کے سیلاب کو ختم کردیں گے، دراصل ان کے اُس لاشعور کے تابع تھا جو عرصے سے ان کے اندر پرورش پا رہا تھا۔ کسی معاشرے کی صالحیت کی بنیاد کی پہلی اینٹ فکری انقلاب ہوتی ہے— ابن صفی نے اپنے ناولوں کے ذریعے اردو دنیا میں فکری ذہن سازی کی ایسی بنیاد رکھی کہ سماج کے ذہین افراد کے ساتھ کند ذہن اور غبی قسم کے لوگ بھی زبان و ادب کے شیدائی ہوئے اور ان کا منتشر فکری سانچہ مخصوص تعمیری رخ اختیار کرنے لگا۔ یہ ایک بڑا موضوع ہے اور اس پر گفتگو تفصیل طلب ہے۔ تاہم یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ جن تعلیم یافتہ گھروں میں رومانی و جنسی لٹریچر پڑھنے کا چلن رہا ہے وہاں کی اخلاقی حالت اور جہاں ابن صفی کے جاسوسی ناول کثرت سے پڑھے گئے، ان گھروں کی اخلاقی حالت میں واضح فرق محسوس کیا گیا ہے۔ ایسے دسیوں باوقار گھرانے آج بھی موجود ہیں جہاں ابن صفی کے ناول کا اجتماعی مطالعہ کیا جاتا رہا ہے۔ معروف ادیب و شاعر مجاہد لکھنوی لکھتے ہیں:

> ''...ابن صفی کا قاری ہر دوسری تحریر کو سونگھ کر چھوڑ دیتا ہے۔ اس لئے کہ اچھے ذائقہ کے لئے تازگی بھی ایک شرط ہوتی ہے اور یہ تازگی، یہ مہک پڑھنے والوں کو صرف ابن صفی کی تحریر میں ملتی ہے۔''

جاسوسی ادب کا ذائقہ جس نے بھی چکھا وہ یقینی طور سے اسی کا ہو کر رہ گیا۔ اس کے دسیوں اسباب ہیں۔ چند خصوصیات ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱— جاسوسی ادب کا ذائقہ جس نے بھی چکھا، وہ رفتہ رفتہ سکنڈ ریٹ لٹریچر سے کنارہ کش ہوگیا جس سے ان کے اوقات ضائع ہونے سے بچ گئے۔

۲— ابن صفی کی تحریروں نے سماج میں باوقار رجحان کے ارتقا میں اہم رول

ادا کیا اور انتشار خیالی و مایوسی کے منفی رجحان کو بیخ وبُن سے اُکھاڑ پھینکا۔

۳— سطحی عشق و عاشقی کے رجحان کو پنپنے سے روک دیا اور صحت مند و ذمہ دارانہ رویے کے فروغ کو وسعت ملی۔

۴— تفریحی ادب کے متلاشیوں کو ایسا ادب مہیا کیا جس نے ذہنی تناؤ کو کم کیا اور پڑھنے والے کے قلب میں طمانیت کا احساس پیدا ہوا۔

۵— اردو زبان کی شیرینی اور چاشنی سے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد سے لے کر کم پڑھے لکھے لوگ بھی یکساں مستفید ہوئے۔ اس سے زبان و ادب پر نام نہاد ادیبوں اور نقادوں کی اجارہ داری کو اگرچہ دھکا لگا لیکن عام لوگ ادب کی خوشبو سے معطر ہوتے رہے۔

۶— جو لوگ اردو پڑھنے میں دشواری محسوس کر رہے تھے، ابن صفی کی تحریروں نے ان کے لئے ایسے اسباق فراہم کئے کہ چند ہی دنوں میں اردو زبان و ادب سے ان کی یاری ہوگئی۔

۷— ابن صفی رجحان ساز ادیب تھے۔ انہوں نے معاشرے کو جنسی لٹریچر کے سیلاب سے بچانے کی کوشش کی تھی۔ لہٰذا ان کی تحریروں نے معاشرے میں اباحت، جنسی کجروی اور فحش افکار کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ فکری اعتبار سے ان کے ناولوں نے اپنے قاری کو معاشرتی برائیوں کے خلاف صف آرا ہونے میں اہم کردار ادا کیا۔

۸— جو لوگ گفتگو کرنے سے کتراتے تھے، ان میں ابن صفی کے ناولوں نے خود اعتمادی پیدا کی۔ ان کے ناولوں کے مکالماتی اسلوب نے اپنے قاری کو گفتگو کرنے کے آداب سکھائے اور الفاظ کے موزوں انتخاب کے مسئلہ کو فطری رخ عطا کیا— اس سے تعلیم یافتہ افراد میں تحریری صلاحیت کے ساتھ تقریری صلاحیت کو نشو و نما ملی۔

۹— ابن صفی کی تحریروں نے روایتی منظر نگاری سے ہٹ کر جامع منظر نگاری کے فن کو متعارف کرایا۔ اس طرح قارئین کی نثری صلاحیتوں کو نشو و نما ملا۔ ادب کے طلبا، اساتذہ اور صحافیوں میں بھی اچھی نثری استعداد پیدا کرنے میں ان کے ناولوں کا اہم کردار ہے۔ بعض یونیورسٹیوں کے شعبہ اردو کے ریٹائرڈ پروفیسر آج بھی اس بات کا برملا اظہار و اعتراف کرتے ہیں۔

۱۰— جاسوسی ادب نے معاشرے میں اردو کی گرتی ہوئی پرشکوہ عمارت کو تھام لیا تھا۔ جن گھروں میں مرعوبیت اور دیگر اسباب سے اردو سے بیزاری پائی جا رہی تھی، وہاں اردو کی جڑ مستحکم ہوئی اور اردو پر ان کا اعتماد از سر نو بحال ہوا۔ یہ صورت حال برصغیر ہی میں نہیں بلکہ پوری اردو دنیا کی تھی۔ ۱۹۸۰ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد ہی اردو پھر گھروں سے اور رفتہ رفتہ تعلیمی اداروں سے بھی رخصت ہونے لگی۔

۱۱— جاسوسی ادب نے معاشرے میں ہر طرح کے جرائم کے خلاف نفرت کی فضا تیار کی۔ جرائم کے خلاف صف آرا ہونے والے بزرگ اور نوجوان اس وقت معاشرے میں موجود تھے کیونکہ ان ناولوں میں باطل پر حق کی فتح اور ہر طرح کے جرائم سے پاک معاشرے کا واضح اشارہ ملتا ہے اور قانون کا احترام ان کے ناولوں کی اہم خصوصیت ہے۔

۱۲— ابن صفی کی تحریروں نے افراد میں شعوری بالیدگی عطا کی اور احساسِ ذمہ داری کو بیدار کیا تاکہ معاشرے میں پنپنے والے جرائم کی بو کو محسوس کرتے ہوئے وہ مجرمانہ ذہنیت رکھنے اور دہشت پھیلانے والوں سے چوکنا رہیں۔

ابن صفی نے اپنے ناولوں میں فرقہ پرستی کی کھل کر مخالفت کی ہے اور اتحاد کی ہر کوشش کو فروغ دینے میں نمایاں رول ادا کیا ہے— وہ ہر طرح کی فرقہ پرستی کے خلاف تھے خواہ نسلی ہو یا مذہبی یا صوبائی عصبیت— اپنے ایک ناول ''ہلاکو اینڈ کو' کے پیش رس میں لکھتے ہیں:

> ''ہر وقت چوکنّے رہئے کہ کہیں آپ خود ہی غیر شعوری طور پر دشمن کا آلہ کار تو نہیں بن رہے؟ کسی افواہ کو دوسروں تک پھیلانے والا نادانستگی میں دشمن کی مدد کرتا ہے۔ اس وقت قومی یکجہتی کی حفاظت کرنا ہی ملک وقوم کی سب سے بڑی خدمت ہوگی۔ ایسی افواہوں کو اپنی ذات سے آگے نہ بڑھنے دیجئے جس سے صوبائی عصبیت یا فرقہ واریت کا زہر پھیلنے کا خدشہ ہو۔''

۱۳— ابن صفی نے اپنے تخلیق کردہ کرداروں فریدی، حمید، عمران کو ہمیشہ اخلاقیات کا پابند رکھا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ زندہ کردار ہیں۔ یہ کردار اپنے ملک اور زمین ہی کے وفادار نہیں بلکہ پوری انسانیت کے محافظ ہیں۔ وہ اپنے معاشرے کے حساس اور ذمہ دار افراد ہیں۔ جب یہ صالح کردار ابن صفی کے قارئین کے آئیڈیل بن جاتے ہیں تو معاشرے کو انہی کی آنکھوں سے دیکھنے لگتے ہیں اور معاشرتی جرائم پر ہمیشہ تنقیدی نگاہ ڈالتے ہیں۔ یہ کردار شراب کو ہاتھ نہیں لگاتے اور معاشرے میں عورتوں پر نگاہِ بد نہیں ڈالتے۔ معروف جرمن اسکالر اور اردو زبان کی ماہر کرسٹینا اوئیسٹر ہیلڈ جو ابن صفی کی ناولوں کا جرمن زبان میں ترجمہ کر رہی ہیں، ان کی عظمت کے اعتراف اور عقیدت واحترام میں جو باتیں کہتی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

> ''...ابن صفی کے معیار سے میں بے حد متاثر ہوں۔ وہ بہت ہی باشعور ادیب تھے۔ ان کے ناولوں میں مکالمے اور طنز و مزاح خوب پائے جاتے ہیں، self-criticism بھی موجود ہوتا ہے۔ ان میں دیباچے بھی ہوتے ہیں۔ وہ پیش لفظ کو 'پیش رس' کہتے تھے۔ اس میں ان کے اسلوب اور رویے کے بارے میں جاننے کو ملتا ہے، اس کے ساتھ ہی قارئین کے ردعمل کی بھی واقفیت ہوجاتی ہے۔ اس طرح کا مواد دوسرے ادیبوں کے یہاں شاذ و نادر ہی دکھائی پڑتا ہے۔ میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی لیکن ان کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بہت ہی خوش مزاج، نیک اور معصوم تھے۔ ان میں کوئی چھل کپٹ نہیں تھا۔ عام طور پر ادیب حساس ہوتے ہیں لیکن وہ بہت ہی معتدل مزاج تھے۔ ان میں انا بھی نہیں تھی۔ بہت ہی انکساری سے کوئی بات کہتے تھے۔ مجھے ان سے ملاقات نہ ہونے کا افسوس ہے۔ میں ۱۹۸۳ میں ہندوستان پہلی مرتبہ آئی جب کہ ۱۹۸۰ میں ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ ابن صفی کی جس بات سے میں سب سے زیادہ متاثر ہوں وہ یہ ہے کہ ان کے کردار 'فریدی' اور 'عمران' کبھی کسی عورت کی جانب نگاہِ بد پھیرتے دکھائی نہیں دیتے۔ ابن صفی کے جاسوسی ناول کی جاسوسی ادب میں اس لحاظ سے انوکھی حیثیت ہے کہ اس میں ایک مشن یا مقصد موجود ہے۔ اس لئے اسے محض تفریحی ادب نہیں کہا جاسکتا۔ ان کے جاسوسی

ناولوں میں فکری و ذہنی تربیت بھی پوری طرح موجود ہوتی ہے۔'' (انٹرویو، بحوالہ اردو بک ریویو، شمارہ مارچ، اپریل ۲۰۰۷)

۱۴ـــ ابن صفی کی تحریروں نے اردو دنیا کے افراد کو سرّی ادب کے ان مصنفوں سے بے نیاز کردیا جو بزعم خود سمجھتے تھے کہ ان سے بڑا مصنف دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ بالخصوص امریکہ اور یوروپ کے مصنّفین۔

ابن صفی یقینی طور سے عظیم انشا پرداز اور شاعر تھے۔ انہوں نے شروع میں ''طغرل فرغان'' کے قلمی نام سے طنزیہ ومزاحیہ کہانیاں لکھیں اور اسرار ناروی کی حیثیت سے شعرا میں معروف ہوئے۔ اردو کے بعض ادیبوں، شاعروں اور نقادوں کو اس بات کا قلق تھا کہ انہوں نے شاعری کیوں چھوڑ دی اور ''ادب عالیہ'' سے خود کو کنارہ کش کیوں کرلیا۔ حالانکہ ابن صفی کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ اردو زبان وادب کی جو خدمت کررہے ہیں، اردو ادب کے چودھری ایک دن ان کے دشمن بن جائیں گے اور ادب ہی سے ان کا پتا صاف کرنے کی کوشش کریں گے۔

جب ابن صفی سرّی ادب کے ذریعے اپنے قارئین کے دلوں پر حکومت کرنے لگے اور جس وقت وہ ادب کے اُفق پر فتح وکامرانی کا پرچم بلند کررہے تھے تو اردو کے بعض مفاد پرست ادیبوں نے اردو کتابوں کے ناشروں کے ساتھ ایسا گٹھ جوڑ کیا اور سازشی منصوبے بنائے کہ عقل حیران رہ گئی۔ ان میں خواتین بھی کسی سے کم نہ تھیں۔ یہ صورت حال کراچی اور لاہور سے لے کر دہلی، الہ آباد اور کانپور تک یکساں تھی بلکہ کانپور تو اس معاملے میں سبقت لے گیا۔

(مزید تفصیلات کے لئے راقم کا مضمون ''اردو ادب میں سرقہ کی بدترین مثال'' ملاحظہ فرمائیں)

ابن صفی کا شمار بیسویں صدی کے ان مصنفوں میں ہوتا ہے جنہوں نے جنگ عظیم دوم کی تباہی اور انسانیت سوز مظالم کا گہرا مشاہدہ کیا تھا۔ وہ ماہر نفسیات ہونے کے ساتھ ساتھ سوشل سائنٹسٹ بھی تھے۔ ان کا مشاہدہ عمیق تھا اور تجزیاتی مطالعہ میں وہ گہری بصیرت رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی انسان اور انسانی سماج کے نفسیاتی پہلوؤں پر ان کی گہری نظر تھی۔ ان کی تحریروں میں سماج کی نفسیاتی الجھنوں کی واضح جھلک دکھائی دیتی ہے جو بالخصوص جنگ عظیم دوم کے بعد متعدد ازموں (isms) کی شکل میں نمودار ہوئے اور ماڈرن سائنس کی روز افزوں ترقی نے آگ پر گھی کا کام کیا۔ ابن صفی مختلف ازموں کو موجودہ دور کی نفسیاتی الجھنوں کی پیداوار سمجھتے تھے کیونکہ انسان نے خالق اور مخلوق کے درمیان اتنے دبیز پردے حائل کردیئے ہیں کہ وہ اپنی تخلیقی قوت کا بزعم خود مطلق العنان خالق بن گیا ہے۔ وہ خود کو ''حقیقی طاقت'' کا نمائندہ سمجھنے کے بجائے ''طاقت کا محور'' سمجھنے لگا ہے۔

اردو ادب کے کارخانے میں اب ایسے انجینئروں کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے جو مخصوص ذہن کی مخصوص پیداوار کو ہی تخلیق تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ اس نظریہ کو خود بیسویں صدی کا ماہر معاشیات اور محنت وسرمائے کے موضوع کا انقلابی فلاسفر کارل مارکس نے ''ادب کو سماجی تطہیر کا مؤثر ذریعہ'' قرار دیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کے نزدیک ادب کے سماجی تطہیر کا کچھ اور ہی مفہوم تھا۔

ابن صفی نے بھی ''ادب کو سماجی تطہیر کا مؤثر ذریعہ'' سمجھتے ہوئے اردو ادب میں ایک ایسی صنف کی بنیاد ڈالی جس کے بغیر عصر حاضر کے مسائل کو اجاگر کرنا اور ادب سے عوام کا رشتہ استوار کرنا اُس وقت شاید ممکن نہ تھا۔ ان کی کہانیوں میں ایسا کراہتا ہوا سماج دکھائی دیتا ہے جو صنعتی انقلاب اور سائنس وٹکنالاجی کی پیداوار تھا— لیکن اُس وقت اس سماج کے چہرے پر پژمردگی چھانے لگی تھی۔ اس معاشرے کا ہر چہرہ کارخانوں کی چمنیوں اور ماحولیاتی کثافت سے کمھلایا ہوا نظر آرہا تھا۔ جرائم کے نئے نئے طریقے اختیار کئے جارہے تھے، ظلم کرنے کے نئے نئے ہتھکنڈے رونما ہورہے تھے۔ ایسے ماحول کا ادب محض خواب وخیال پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ اس کی بنیاد ٹھوس ہوتی ہے— اور ہر دور کا زندہ ادب وہی ہے جو اپنے سماج کی صحیح اور حقیقی نمائندگی کرے— اور ابن صفی نے اس سلسلے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ اس کے باوجود ابن صفی سے ادیبوں اور نقادوں کا یہی تقاضا رہا کہ وہ کچھ ادب کی بھی خدمت کریں تو شاید ادب میں ان کو بھی کوئی مقام عطا کردیا جائے۔ حالانکہ ان کی شہرت کا ڈنکا چند برسوں ہی میں پوری اردو دنیا میں بجنے لگا تھا۔ وہ حقیقی معنوں میں اردو عوام کے مصنف تھے جنہوں نے ان کو اپنے سر آنکھوں پر بٹھایا۔

''ادب کی خدمت'' کے سلسلے میں ایک سوال کے جواب میں ابن صفی لکھتے ہیں:

> ''... جب میرا کوئی ناول بہت پسند کیا جاتا ہے تو مجھ سے 'ادب' کی خدمت کرنے کی فرمائش کی جاتی ہے۔ بھائی آپ تو صرف مجھے اردو کی خدمت کرنے دیجئے (اس کے باوجود کہ صرف ونحو کی غلطیاں مجھ سے بھی سرزد ہوتی ہوں گی) آپ میری اس وقت کی خوشی کا اندازہ نہیں لگا سکتے جب مجھے کسی سندھی یا بنگالی بھائی کا خط بہ ایں مضمون ملتا ہے کہ محض آپ کی کتابیں پڑھنے کے شوق کی وجہ سے اردو پڑھ رہا ہوں۔ پڑھ کر سنانے والوں کا احسان کہاں تک لیا جائے— اب بتایئے میں 'ادب' کی خدمت کروں یا میرے لئے 'اردو ہی کی خدمت' مناسب رہے گی۔ ویسے اپنے نظریات کے مطابق ادب کی بھی خدمت کررہا ہوں، سوسائٹی کی بھی اور میری اس خدمت کا انداز نہ تو بدلتے ہوئے حالات سے متاثر ہوتا ہے اور نہ وقتی مصلحتوں کے تحت کوئی دوسری شکل اختیار کرسکتا ہے۔ بہرحال میں قانون کا احترام کرنا سکھاتا ہوں۔''

اردو ادب میں مقام حاصل کرنے کی مسابقت سے ابن صفی کوسوں دور تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر ان کو اردو کی خدمت کرنی ہے تو مقام اور ادبی انعام کے چکر سے نکل جانا ہی مفید ہوگا— وہ اس بات سے بھی واقف تھے کہ ادب میں انعام دینے والے بہروپئے کیا گل کھلا رہے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے واضح طور پر اپنا مؤقف بیان کرتے ہوئے لکھا:

> ''... اساطیری کہانیوں سے لے کر مجھ حقیر کی کہانیوں تک آپ کو ایک بھی ایسی کہانی نہ ملے گی جس میں جرائم نہ ہوں... اور آج بھی آپ جسے بہت اونچے قسم کے ادب کا درجہ دیتے ہیں اور جس کا ترجمہ دنیا کی دوسری زبانوں میں بھی آئے دن ہوتا رہتا ہے کیا جرائم کے تذکروں سے پاک ہوتا ہے؟ کیا اس کے مضرت رساں پہلوؤں پر ہمارے نقاد کی نظر پڑتی ہے؟ اگر نہیں... تو کیوں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مجرمانہ ذہنیت

رکھنے والے لوگ کہانیوں میں بھی (جو دراصل ذہنی فرار کا ذریعہ ہوتی ہیں) پولیس یا جاسوس کا وجود نہیں برداشت کر سکتے۔ چلئے پولیس کو اس لئے برداشت کرلیں گے کہ وہ للکار کر سامنے آتی ہے لیکن جاسوس تو بے خبری میں پتہ نہیں کب گردن دبوچ لے۔ لہٰذا اگر مجھے ادب میں کوئی مقام پانے کی خواہش ہے تو جاسوس کو چھٹی دینی پڑے گی۔ لیکن میں اس پر تیار نہیں کیونکہ مجھے ہر حال میں شر پر خیر کی فتح کا پرچم لہرانا ہے۔ میں باطل کو حق کے سامنے سربلند نہیں دکھانا چاہتا۔ میں معاشرے میں مایوسی نہیں پھیلانا چاہتا...ایسی مایوسی جو غلط راستوں پر لے جائے۔''

اوسلو یونیورسٹی ناروے میں اردو کے استاد مسٹر فین تھیسن نے ابن صفی کے ناول میں طنز و مزاح کے عنصر پر گفتگو کرتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا:

''...اگر ہم اُن کا موازنہ اگاتھا کرسٹی سے کریں تو ابن صفی کی کتابوں میں دو اہم پہلو ایسے ہیں جو اگاتھا کرسٹی میں نہیں ہیں۔ ایک تو طنز و مزاح، میں سمجھتا ہوں کہ ان کی کامیابی کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو ان کی زبان رواں ہے، دوسری بات یہ کہ انہوں نے ایسا کارنامہ انجام دیا جو شاید کسی اور نے انجام نہیں دیا۔ وہ یہ ہے کہ انہوں نے مزاح اور سسپنس کو یکجا کیا۔ ایسا ہوتا ہے کہ اگر لوگ مزاح لکھتے ہیں تو اس میں سسپنس نہیں ہوتا یعنی سسپنس اور مزاح کا ایک ساتھ ہونا میں نے کسی میں نہیں دیکھا۔ عموماً مزاح لکھتے وقت سسپنس ختم ہوجاتا ہے کیونکہ ہم یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ مذاق ہی مذاق ہے، جبکہ ابن صفی کے ہاں یہ دونوں ساتھ ہیں۔ یہ میں نے کسی اور میں نہیں دیکھا۔'' (نئے افق، مشتاق احمد قریشی)

ابن صفی بنیادی طور پر ایک اچھے شاعر تھے۔ انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر انشا پردازی اور جاسوسی ادب کو اردو کی خدمت کا ذریعہ بنایا۔ انہوں نے نام و نمود اور جھوٹی شہرت سے خود کو الگ ہی رکھا۔ شعرا میں مئے نوشی عام تھی۔ انہوں نے ایسے لوگوں کی صحبت سے ہمیشہ دوری بنائے رکھی۔ البتہ ذائقہ بدلنے کے لئے کبھی کبھی شاعری کرتے رہے۔

پاکستان کے معروف صحافی و ادیب ابن سلطان اپنے ایک مضمون میں ابن صفی کی شاعرانہ عظمت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسرار ناروی نے اردو کی کلاسیکی شاعری کا دقیق و عمیق مطالعہ کیا ہے اور میرؔ، غالب، مومن اور نوح ناروی جیسے اساتذہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ انہوں نے جہاں روایتی فنی ہنرمندی سے شعری لہجے کو شائستگی عطا کی ہے، وہاں بدلتی ہوئی زندگی کی جدید اقدار سے اسلوب کی مانگ میں تازہ کاری کی افشاں بھی چُنی ہے... یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں اگر ایک طرف قدیم تہذیبی لطافت اپنے جلوے دکھاتی ہے تو دوسری طرف جدیدیت کا بانکپن ذہن کے دریچے پر دستک دیتا ہے۔''

نمونے کے چند متفرق اشعار ملاحظہ ہوں:

تمام عالم امکاں شراب خانہ ہے
یہ اور بات ہے زاہد سبو نہ پہچانے

وہ جس کا سایہ گھنا گھنا ہے!
بہت کڑی دھوپ جھیلتا ہے!

آنکھوں میں پڑھو جو پڑھ سکو، تم!
وہ بات نہ سن سکو گے، لب سے

گھُٹ کے رہ جاتی ہے رسوائی تک
کیا کسی پردہ نشیں سے ملئے!

یہ شاہراہ محبت ہے، آگہی کیسی؟
بجھا سکو تو بجھادو شعور کی قندیل

ابن صفی اسٹیج کے شاعر نہ تھے۔ انہوں نے کبھی بھی شاعری ترک نہیں کی۔ ہاں کبھی کبھی شعر کہتے اور فائل میں ڈال دیتے، یہ اشعار کبھی چھپ بھی جاتے۔ ان کی غزلوں اور نظموں کا مجموعہ ابھی منظرِ عام پر نہیں آسکا ہے۔

اردو دنیا میں ابن صفی کی غیر معمولی خدمات کو بعض متعصب ادیبوں اور نقادوں نے اگرچہ ادب کا درجہ نہیں دیا لیکن وہ تادم حیات عوام کے دلوں میں زندہ رہے اور انہوں نے ہر گھر میں اردو کا چراغ روشن کیا۔ اس مادہ پرست دور میں یہ بات کیا کم حیرت انگیز ہے کہ انہوں نے الٰہ آباد میں اپنے ناول کے ناشر عباس حسینی مرحوم سے ایک پیسہ بھی بطور رائلٹی طلب نہ کیا۔ نکہت پبلی کیشنز کے یہ ناول اب کہیں دستیاب نہیں۔ اگر ابن صفی کے شاہکار ناولوں کو نئی نسل آج بھی پڑھنے کی کوشش کرے تو نہ صرف یہ کہ ان کی اردو کی صلاحیت میں اضافہ ہوگا بلکہ عصر حاضر کے سب سے بڑے فتنہ ٹیلی ویژن کے مخرب اخلاق پروگراموں سے بڑی حد تک ان کو نجات مل سکتی ہے۔ ان ناولوں کے مضامین آج بھی اسی طرح تازہ ہیں اور کم سے کم آئندہ پچاس برسوں تک تروتازہ رہیں گے۔

ابن صفی کے قارئین میں ادیب، نقاد، پروفیسر، شاعر، صحافی، سیاست داں، ڈاکٹر، انجینئر، محقق، تاجر اور عام پڑھے لکھے افراد سبھی شامل تھے — یونیورسٹیوں کے نقاد اور پروفیسر بھی ان کے ناولوں کے رسیا رہے لیکن انہوں نے ابن صفی کی خدمات کو ادب تسلیم کرنے سے ہمیشہ گریز کیا — اور اس طرح ہزاروں اشعار کا خالق، ڈھائی سو سے زیادہ ناولوں کا مصنف اور درجنوں طنزیہ و مزاحیہ مضامین کا انشا پرداز صرف ۵۲ سال کی عمر میں ۲۶/جولائی ۱۹۸۰ کو بڑی خاموشی سے اس دارِفانی سے رخصت ہوگیا جس کا قول تھا:

''...اس خیال کو دل سے نکال دیجئے کہ میں اپنے ہی جیسے کسی انسان سے انعام کا خواہاں ہوں، اس کا تصور بھی مجھے احساس کمتری کے گڑھے میں دھکیل دے گا۔ میرے لئے میرے اللہ کا یہی انعام کافی ہے کہ کتاب فروش میری کتابوں کو 'کرنسی نوٹ' کہتے ہیں۔'' انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ❑❑

مضمون نگار کا پتہ

Urdu Book Review
1739/3 (Basement), New Kohinoor Hotel,
Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2
Ph.: 011-23266347 Mobile: 09953630788